مرثیہ در حال حضرت عباس علیہ السلام (بند ۱۸۵؍)

سنہ تصنیف: ۶؍رجب المرجب ۱۳۲۹ھ

دعبلِ ہند نواب مولانا سید فرزند حسین ذاخرؔ اجتہادی

(۱)

پائی جب حضرتِ عباسؑ نے رانڈوں سے رضا
خدمتِ سیدِ کونینؑ میں یہ آ کے کہا
حکم دیں سرورِ والاؑ تو بڑھوں بہرِ وغا
کیا ارشاد، سدھارو طرفِ دشتِ بلا
تم کرو جنگ تو ہاتھوں کی صفائی دیکھیں
آج ہم فاتحِ خیبر کی لڑائی دیکھیں

(۲)

در پہ اک عرصہ سے خادم لئے حاضر تھا سمند
تھا تامّل جو نہ جانے میں تو دل تھا خرسند
وہ کھلا بابِ ظفر، تھا جو بڑی دیر سے بند
(کہہ کے یہ مشک ہوئی دوشِ غضنفر پہ بلند)
خبرِ بحر دے موجوں کی روانی مجھ کو
شاید آ جائے نظر دور سے پانی مجھ کو

(۳)

لے چکے شہؑ سے جو اذنِ سپہِ کوفہ و شام
ہنس دیئے پہلے، کیا بھائی کو پھر جھک کے سلام
آ کے لی قربِ فرس ہاتھ میں غازیؑ نے لجام
مائلِ اوجِ سرِ زیں ہوا وہ عرش مقام
اسپ گو جوِّ سما میں نہ تھا بادل کی طرح
ساری دنیا نظر آنے لگی خردل کی طرح

(۴)

تھا جو دلدل سے مشابہ وہ چلا رن کو فرس
جو مکیں خانۂ دل میں تھی، بر آئی وہ ہوس
جس میں تھا طائرِ سرعت وہ شکستہ تھا قفس
جو لئے پہلوئے شوخی تھا وہ آتا تھا نفس
منتشر بال تھے بکھرے ہوئے گیسو کی طرح
آنکھیں اُبلی ہوئی تھیں غیظ سے آہو کی طرح

(۵)

کرتا جاتا تھا حسینوں کی طرح جلّادی
دور غم ہو چکا تھا دل میں بسی تھی شادی
قسمتِ گرد میں لکھی ہوئی تھی بربادی
باگ کیا ہاتھ میں آئی کہ ملی آزادی
نیک و بد تھا قدم انسان کے پیرے کی طرح
راستہ کھل گیا رایت کے پھریرے کی طرح

(۶)

بڑھتی جاتی تھی سبک چال سے آشفتہ سری
دل کو تڑپا دیا ٹھنڈی جو کوئی سانس بھری
پتّی پتّی ہوئی میداں میں درختوں کی ہری
ظہر کے وقت چلی رن میں نسیمِ سحری
جس قدر دھوپ میں سرخی تھی وہ سب زرد ہوئی
اعتدال آ گیا یوں، گرم ہوا سرد ہوئی

(۷)

دو قدم چل کے میں تھم جاؤں نہ تھا یہ منظور
جلوہ گر آپ ہوئے کیا کہ بڑھا اور غرور
جس پہ موسیٰ نے نظر کی، لیے تھا زیں پہ وہ نور
تھی ہر اک جست بلندی میں بسانِ سرِ طور
تا قدم اُڑ کے ہر اک یال کا گیسو آیا
جب کبھی جم کے اُڑا یہ تو فلک چھو آیا

(۸)

دل کو جو بھائے وہ کرتا ہوا آتا تھا ستم
رہنے دیتا تھا نہ یہ خاک کے ذرّوں کو بہم
فرسخوں لے کے چلو بھی تو نہ آئے کبھی دم
جو زمیں تک نہ پہنچتے تھے وہ رکھتا تھا قدم
امتحاں پاؤں کا تھا دشت میں پیرے کی طرح
اُڑتا آتا تھا یہ رایت کے پھریرے کی طرح

(۹)

حسن اس طرح کا دیکھو تو کلیجے ہوں تپاں
تھوتھنی ایسی، کرو پیار تو پڑ جائے نشاں
پھول سا جلد کا وہ رنگ نہ ہو جو کہ خزاں
نازک اس طرح کا تن ہو جو کسی پر نہ گراں
دلِ گیتی کو جدائی کا الم دے کے چلے
وہ سبک چال کہ ہاتھوں پہ ہوا لے کے چلے

(۱۰)

تھا وہ رہوار جہاں کے فرسوں کا سرتاج
ہر قدم لیتا ہوا جاتا تھا گیتی سے خراج
جب اُٹھی خاک، کیا کبر و تکبر کا علاج
غیظ دم بھر میں جو لائے، تنک ایسا تھا مزاج
ہر گلِ نقشِ قدم کھل کے مہک اُٹھتا تھا
پاس آ جاتا تھا کوئی تو چمک اُٹھتا تھا

(۱۱)

مانعِ دیدِ نگاہِ سپہِ کیں تھا غبار
متحیّر کھڑی تھی دیر سے فوجوں کی قطار
نظر آتا تھا بجز خاک نہ مرکب نہ سوار
ہر قدم کرتا ہوا جاتا تھا رن تیرہ و تار
کیوں ہر اک کی نظروں میں نہ نہاں راہ رہے
بونڈلے اُٹھتے ہوئے گرد کے ہمراہ رہے

(۱۲)

قلب کا بڑھتا ہی جاتا تھا جو ہر دم آزار
دل کو آتا تھا نہ پہلو میں کسی طرح قرار
غور جب کرتے تھے میدان میں بے حد اسوار
تتقِ گرد میں کچھ ہوتے تھے پیدا آثار
جس کی خواہش ہے وہ کب رن میں بہ دیر آتا ہے
جست گھوڑے کی یہ کہتی تھی کہ شیر آتا ہے

(۱۳)

منتظر دیر سے رن میں تھے ادھر اہلِ جفا
راستہ دشت کا گھوڑے نے اُدھر قطع کیا
اس کے باعث سے جو چلتی تھی ، ہوئی کم وہ ہوا
اونچا وہ ہو گیا، تھا رن میں جو حائل پردا
بڑھ کے خوف اور بھی دل سینے میں تڑپانے لگا
ہٹ گئی گرد تو رہوار نظر آنے لگا

(۱۴)

صاف جب ہو گیا رستہ تو ملی رن کی خبر
دیکھا اک شیرِ جری کو کہ مکیں ہے زیں پر
غیظ کا چینِ جبیں میں ہے قیامت کا اثر
فوج کو دے گئی دھوکا جو پڑی پہلی نظر
لے کے مشک اور علم باحشم و جاہ آئے
سب یہ سمجھے کہ پئے جنگ یداللہ آئے

(۱۵)

تھم کے آپس میں لعینوں نے کیا پھر یہ کلام
دھوکا کھاتی ہے علیؑ کا سپہ کوفہ و شام
جس سے دل ہلتے ہیں سینے میں وہ رکھتا ہے یہ نام
یہی غازی ہے علمدارِ سپاہِ اسلام
زورِ بازوئے ولی ابنِ ولی کہتے ہیں
سب اسی شیر کو عباسِؑ علیؑ کہتے ہیں

(۱۶)

سمجھیں ہم ان کو علیؑ یہ نہیں ہے راہِ صواب
ہیں مگر شیرِ الٰہی سے مشابہ یہ جناب
ایسی دیکھی ہے زمانہ میں شباہت کم یاب
ہو بہو لے لیا ہے باپ کا بیٹے نے شباب
آ گیا غیظ تو فوجوں کی تباہی سمجھو
یوں جو سمجھو تو انہیں شیرِ الٰہی سمجھو

(۱۷)

یہ وہ غازی ہے، نہیں جس کا شجاعت میں نظیر
کسی حربہ کو سمجھتا نہیں، خنجر ہو کہ تیر
کام آئے گی نہ کچھ کثرتِ افواجِ شریر
کھنچ کے جاتی نہیں کاٹھی میں اسی کی شمشیر
وہ دلاور ہے کہ میداں دمِ ہیجا نہ چھٹے
ہاتھ کٹ جائے مگر تیغ کا قبضہ نہ چھٹے

(۱۸)

اِس طرف تو یہ بیاں کر رہے تھے چند افسر
اُس طرف تھم کے پکارا شہِ مرداںؑ کا پسر
مجھ سے واقف ہے جب اس طرح سے ایک ایک بشر
خوں بہانا مرا پھر ہے تمہیں جائز کیونکر
بے گنہ خلق میں خالق کے ولی کو مارا
مجھ کو مارا بھی کسی نے، تو علیؑ کو مارا

(۱۹)

یہ علیؑ کون ہیں؟ سب کہتے ہیں حیدرؑ جن کو
انبیاؑ سے کیا معبود نے بہتر جن کو
نفس کہتے رہے عالم میں پیمبرؐ جن کو
اپنا خالق نے ولادت میں دیا گھر جن کو
دُر نہ نکلا کوئی کعبہ کے صدف سے اب تک
کون پیدا ہوا اس گھر میں سلف سے اب تک

(۲۰)

جن کے قبضہ میں ہیں فردوس و جہنم وہ علیؑ
تھے جو رازِ شبِ معراج سے محرم وہ علیؑ
نور جن کا تھا رسولوں سے مقدم وہ علیؑ
جو ہوئے تھے سببِ سجدۂ آدمؑ وہ علیؑ
کیوں زمانے میں نہ زینت دہِ عالم ہوتے
نور ہوتا نہ جبیں میں نہ ملک خم ہوتے

(۲۱)

جو اولوالعزم رسولوں سے سوا تھا وہ علیؑ
جس کو خالق نے اُوْلِی الْاَمْر کہا تھا وہ علیؑ
علم اپنا جسے احمدؐ نے دیا تھا وہ علیؑ
خاص جو قومِ نصیری کا خدا تھا وہ علیؑ
ذات ایسی تھی کہ قربان فلک جس پہ ہوا
ایسا بندہ تھا کہ معبود کا شک جس پہ ہوا

(۲۲)

جس کے بازو سے ہوئی دین کی قوت وہ علیؑ
جو رہا طالعِ اقبالِ رسالت وہ علیؑ
جس کو کعبہ میں ملی عرش کی رفعت وہ علیؑ
پاؤں تھے جس کے سرِ مہرِ نبوّت وہ علیؑ
(ایسے رتبہ پہ نگاہِ ملک و جن اٹھے
نقش تو پہلے پڑا، مہر پہ اس دن اٹھے)

(۲۳)

جس نے کاٹا ہے سرِ مرحب و عنتر وہ علیؑ
جس نے توڑا ہے غضب میں درِ خیبر وہ علیؑ
اوڑھ کر سویا جو محبوب کی چادر وہ علیؑ
ہمہ تن تھا شبِ ہجرت جو پیمبرؐ وہ علیؑ
دل نے جو چاہا وہ احمدؐ کی محبت نے دیا
دھوکا ایک اک کو نبوّت کا امامت نے دیا

(۲۴)

برگزیدہ ہو خدائے دو جہاں کا جو بشر
اس کی اولاد ہو مقتل میں تہِ تیغ دو سر
دشت میں ہم سے غریبوں کو ستاؤ گے اگر
ہوگی بے چین بہت روحِ نبیؐ و حیدرؑ
روئیں بچّے تو صدا عرش عُلا تک پہنچے
وہ کرو ظلم، اثر جس کا خدا تک پہنچے

(۲۵)

ہم سے بہتر تمہیں معلوم ہے شہؑ کا رتبہ
ہے ولی ابنِ ولی نورِ نگاہِ زہراؑ
معجزے دیکھتے رہتے ہو جہاں میں صدہا
اور بھی کوئی نظر میں ہے امامؑ ان کے سوا
خلق میں دیکھا ہے اس طرح کا پیاسا کوئی
زندہ عالم میں ہے احمدؐ کا نواسا کوئی

(۲۶)

جس قدر صبر کریں عبدِ خداوندِ مجید
ہوتے جائیں ستم و جور و جفا رن میں مزید
تم تک آیا ہے اسی طرح سے کیا حکمِ یزید
قتل کرتے ہو تو پیاسا نہ کرو رن میں شہید
دل میں قوّت تو رہے اشک فشانی کے لئے
سب ترستے ہیں کئی روز سے پانی کے لئے

(۲۷)

ختم ہونے ابھی پائی تھی نہ ان کی تقریر
صف سے بڑھ بڑھ کے یہ کہنے لگے اکثر بے پیر
بیعتِ حاکمِ شام اب بھی جو کر لیں شبیرؑ
جس قدر دشت میں درکار ہو لیں آبِ کثیر
ہوں جو راضی تو نہ پھر صدمۂ جانی دیں گے
گر نہ مانیں گے تو اک بوند نہ پانی دیں گے

(۲۸)

سُن کے تقریرِ سپہ، بڑھ گیا غازیؑ کا عتاب
ہو کے برہم یہ کہا اے سپہِ خانہ خراب
روک لے دشت میں ہم کو کوئی، اتنی نہیں تاب
سوزشِ تشنہ لبی سے جگر و دل ہیں کباب
ڈھال میں رُخ نہ چھپاؤ تو دکھائی دوگے
کیا ہمیں دشت میں اب بھی نہ ترائی دوگے

(۲۹)

بولے وہ یہ نہیں ممکن کہ جو دے دیں دریا
مسکرا کر کیا ارشاد کہ یہ کہتے ہو کیا
ہے دلیری کا جو دعویٰ تو بڑھو بہرِ وغا
ایک ہی حملہ میں ہوجاؤ گے تم سب پسپا
ہم بھی دیکھیں تو کہ کیا کرتے ہیں لینے والے
کب تلک نہر کو دیتے نہیں دینے والے

(۳۰)

ہو رہا تھا یہ بیاں آئی جو باجوں کی صدا
دی جو سرداروں نے افواج کو ترغیبِ وغا
بڑھے لے لے کے کمانوں کو اُدھر اہلِ خطا
مڑ کے غازیؑ نے اِدھر تیغ کا ڈورا کھولا
اُس طرف رنگِ رخِ فوجِ سیہ رو بدلا
اِس طرف میان میں شمشیر نے پہلو بدلا

(۳۱)

کون کر سکتا ہے اس وقت کی حالت کا بیاں
تھے ذخیرہ اِسی دن کے لئے عباسِؑ جواں
ہوتے آئے تھے جو اک عمر سے سینے میں نہاں
آج وہ ہوں گے لڑائی میں فنِ جنگ عیاں
وجہ اثبات کی لازم نہیں ممکن کے لئے
باپ نے بیٹے کو سکھلائے تھے اس دن کے لئے

(۳۲)

جب یہ طفلی میں سمجھدار ہوئے نامِ خدا
خود مخاطب ہوا تعلیم میں زوجِ زہراؐ
تیر ہو یا ہو کماں، تیغ ہو یا ہو نیزہ
دیکھی جس شئے کی ضرورت، اسے غازی کو دیا
پاس آلات وغا جو تھے وہ کام آنے لگے
دے کے ہر چیز فنِ جنگ کو سکھلانے لگے

(۳۳)

رفتہ رفتہ انہیں بتلایا فرس پر چڑھنا
کبھی دُلکی کبھی پُوئی پہ کیا طے رستا
کبھی سرپٹ کبھی کاوے پہ فرس ڈال دیا
کبھی رہوار کو تا دیر ایڑن پہ رکھا
کیفیت جز میں نظر آنے لگی کل کی طرح
چند دن میں یہ ہوئے صاحبِ دلدل کی طرح

(۳۴)

کبھی نیزے کو بتایا کہ ہلاؤ ترچھا
تیر کو رکھ کے کماں میں کبھی ارشاد کیا
یہ نشانے کا ہے رخ یوں کرو ناوک کو رہا
ہاتھ تلوار کے قبضہ پہ کبھی رکھ کے کہا
کرو منہ بائیں طرف انگلیاں لاکر بیٹا
تیغ لو میان سے سینے کو بچاکر بیٹا

(۳۵)

نکل آنے لگی کاٹھی سے جو شمشیرِ دو سر
ٹھاٹھ سکھلانے میں کہتے تھے شہِؑ جن و بشر
باڑھ کا تیغ کی پڑتا ہے کلیجے پہ اثر
ضو پہ تلوار کے ٹھہراتے رہو اپنی نظر
ہاتھ جوٹوں سے نہ اُلجھے نہ بہکنے پائے
آنکھ لڑنے میں ضیا سے نہ جھپکنے پائے

(۳۶)

ہو گئی جب یہ تمنا جگر و دل کی حصول
وہ سکھانے لگے جو تیغ زنی کے تھے اصول
قلب تھک جانے سے بازو کے نہ ہو جائے ملول
(چوٹ جو ہو وہ منجی) ہو نہ پڑے ہاتھ فضول
بے ارادہ نہ کوئی وار کمر تک پہنچے
قصد اگر فرق کا رکھتے ہو تو سر تک پہنچے

(۳۷)

ہے یہ آئینِ وغا ایک سے لڑنا تم اگر
ترچھی ہو مد مقابل کی طرف تیغِ دو سر
آنکھ اگر جنگ میں جھپکی تو ضرر کا ہے خطر
لڑتی ہوگی جو نظر پاؤ گے چوٹوں کی خبر
ہاتھ سے پھر نہ کبھی تیغِ ہلالی دو گے
وار رکنے کا نہ گر ہوگا تو خالی دو گے

(۳۸)

لاکھ تک دو سے جو بڑھ جائے سپہ کی کثرت
اک کے لڑنے کی ہزاروں سے یہ ہوگی صورت
اس طرح جنگ میں دو اپنی نظر کو وسعت
جو ہر اک دل کے ارادوں کی بتا دے حالت
کبھی روکے کبھی تلوار لگائے پھر کے
کام لیتا رہے اَوجھڑ سے سپر کی گھِر کے

(۳۹)

کچھ نہیں خوف جو گھیرے رہیں ہر سمت عوام
کہیں شیروں کو جکڑ سکتے ہیں میدان میں دام
جنگ کرنے میں نہ گھبراؤ تو روشن رہے نام
آگے ہے کارِ نظر پیچھے سماعت کا ہے کام
وار سے پہلے جو پہنچے وہ ہوا دیتی ہے
پشت پر آتی ہوئی چوٹ صدا دیتی ہے

(۴۰)

کبھی حیرت کا دلیروں میں نہ چھوڑے پہلو
عقل سالم رہے گر تیغ ہو بالائے گلو
جوش بڑھ جاتا ہے کچھ اور جو بہتا ہے لہو
دستِ چپ کام دے، کٹ جائے جو دہنا بازو
کاہے کو پہلوئے جرأت دمِ پیکار چھٹے
ہو وہ پھُرتی، جو نہ گرتی ہوئی تلوار چھٹے

(۴۱)

یوں وغا ہو کہ دلیری کے رہیں افسانے
شمعِ شمشیر پہ گر گر کے جلیں پروانے
وہ قوی دل ہو جو لڑنے میں نہ ایذا مانے
کوئی وقت ایسا ہو کٹ جائیں جو دونوں شانے
ہمّتِ قلب لعینوں کو دکھا کر لڑنا
دانت میں تیغ کے لوہے کو دبا کر لڑنا

(۴۲)

یہ بھی تدبیر بتا دی جو رہے ذہن نشیں
صاحبِ عقل تھا یوں لختِ دلِ سرورِ دیںؑ
آگئے تھوڑے ہی عرصہ میں وغا کے آئیں
امتحاں جتنا لیا باپ نے بھولے نہ کہیں
مشق کے ہاتھ جو حیدرؑ کو نظر آتے تھے
ہوتی تھیں بعض وہ چوٹیں، جو بھڑک جاتے تھے

(۴۳)

ہے مقابل صفِ اعدا کے وہی ماہرِ فن
جس کا تعلیم میں حیدرؑ کی کٹا تھا بچپن
چلے جب ان کی طرف ناوکِ فوجِ دشمن
غیظ نے یاد دلایا شہِؑ مرداں کا چلن
رن میں کاٹھی سے خوش اسلوب وخوش اطوار کھنچی
لی تھی جو اپنی طبیعت سے وہ تلوار کھنچی

(۴۴)

ہوتا اُن تیروں سے کیا قلبِ دلاور کا ضرر
جن کے رُخ پھیر دیئے موجِ ہوا نے اکثر
سببِ برہمیِ طبع ہوئے رن میں مگر
یہ نہ آتے تو نہ کھنچتی کبھی شمشیرِ دوسر
جس پہ سب ہوئیں گے شیدا وہ دل آزار چلی
بہرِ تنبیہِ سپہ دشت میں تلوار چلی

(۴۵)

بڑھی شمشیرِ غضنفر تو چلا رن میں سمند
اُس طرف بھی ہوئی کاٹھی سے ہر اک تیغ بلند
ہو گیا بابِ اماں لشکرِ کفّار پہ بند
شعلۂ نار کے ہونے لگے غدّار سپند
زخم پڑنے لگا پہلو کے بدلنے کے لئے
شمع روشن ہوئی پروانوں کے جلنے کے لئے

(۴۶)

کام لیتے ہیں اشاروں میں فرس سے ہر بار
اس تصور سے نہیں چھیڑتے رن میں رہوار
بے محل جا نہ پڑے بحر پہ وقتِ پیکار
اس کو بھی میری طرح سرد ہوا ہے درکار
غم اگر اور کوئی پیاس کے مارے پہنچا
ہل گئی باگ تو دریا کے کنارے پہنچا

(۴۷)

رن میں جاتا ہے جدھر پا کے اشارے رہوار
سر پہ آ جاتی ہے سن سے اُسی جانب تلوار
تیز ہے باڑھ کی مانند کچھ ایسی رفتار
ڈر کے تھم جاتی ہے میداں میں ہوا بھی ہر بار
ساتھ روحوں کے رہِ ملکِ فنا تک کاٹے
سامنے آئے تو اجزائے ہوا تک کاٹے

(۴۸)

ایسی بے باک و دل آزار تھی وہ عربدہ جو
ہاتھ بھر ڈوب کی ہر جسم میں پیتی تھی لہو
کھینچ لیتی تھی کشش باڑھ کی اعدا کے گلو
پھانسیاں بن گئے جوہر کے پریشاں گیسو
گر کے دم تیغ پہ یوں قطرہ خوں لیتے ہیں
موتی جس طرح سے بالوں میں پِرو دیتے ہیں

(۴۹)

پیاری پیاری وہ ادائیں، وہ انوکھی رفتار
خوں میں ڈوبی ہوئی تلوار کا آفت ہے سنگار
رمد آلود ہوئی جاتی ہے چشمِ کفّار
سرخ پھیلا ہوا ہے کوچۂ جوہر کا غبار
جس کو جاں دینا ہو وہ وقتِ وغا سیر کرے
لال آندھی بری اٹھی ہے، خدا خیر کرے

(۵۰)

ہے وہ چالاک کرے جو جگر و قلب میں راہ
قطرہ ایک ایک لہو کا ہے غضب سے آگاہ
دیکھ سکتی ہے بھلا دیدۂ جوہر کو سپاہ
خوں ٹپکتا ہے دمِ غیظ وہ رکھتی ہے نگاہ
جس کی وا چشم دمِ مرگ ہے وہ تکتا ہے
رن میں سفاک سے کون آنکھ لڑا سکتا ہے

(۵۱)

دم نکلنے سے پر آشوب ہے وادیِ بلا
دل ہلا دیتی ہے تلوار کے پڑنے کی صدا
ہر نفس سے صفتِ تیغ ہے وابستہ قضا
باڑھ خود رکھتی ہے شمشیر کے مانند ہوا
ابرِ خوں لشکرِ اعدا پہ برس جاتا ہے
سانس لیتے ہیں تو ہر زخم بِکَس جاتا ہے

(۵۲)

جو نہ پامال کرے قلب، نہیں وہ رفتار
کہیں جا سکتا ہے عشّاق کے دل کا آزار
جب حسیں ہے تو عدو کیوں نہ کریں تیغ کو پیار
جا بجا تن پہ ہے یوں حلقۂ جوہر کی بہار
دیکھ لو رخ بھی اگر زلف سمیٹے ہوئے ہو
گل کوئی جیسے کلائی میں لپیٹے ہوئے ہو

(۵۳)

تیغ (وہ) دھوپ میں ہے فرقِ دریدہ کی طرح
چین لیتی ہی نہیں قلبِ طپیدہ کی طرح
ہے جگہ آنکھ میں ہر مردمِ دیدہ کی طرح
اڑتے ہیں قطرۂ خوں رنگِ پریدہ کی طرح
دل سے حسرت کبھی نکلی نہ پُر ارماں کی طرح
سر تلک جس کے گئی ہوش لیا جاں کی طرح

(۵۴)

دھاک پھیلی ہوئی ہے اس کی برش کی ہر سو
جلتی ریتی پہ تڑپتا ہے ہر اک عربدہ جو
خوشنما کرتا ہے بھر کر تنِ نازک کو لہو
تہہِ خوں بکھرے ہیں جوہر کے پریشاں گیسو
شعلۂ نار دمِ رازِ نہاں اُٹھتا ہے
آگ کے نیچے قیامت کا دھواں اُٹھتا ہے

(۵۵)

جب چلی ایک نہ اک کرتی چلی دشت میں پند
جس پہ کی تن کے نظر آنکھ وہی ہوگئی بند
دستِ غازی سے جو ہوتی تھی یہ دو ہاتھ بلند
دھوپ میں جوہروں کے ہوتی تھی تنویر پسند
کب سیہ بختیِ اعدا کے اثر جاتے ہیں
ضو میں اُڑتے ہوئے پروانے نظر آتے ہیں

(۵۶)

سب سمجھ لے جو کہیں چار نظر ہوجائے
دہنے پہلو پہ جو آئے تو جگر ہوجائے
قصد اگر دل میں کوئی ہو تو خبر ہوجائے
اپنے سینے سے لگا لو تو سپر ہوجائے
بے خبر لشکرِ کفّار ہے، ہشیار ہے یہ
ڈھال کی ڈھال ہے، تلوار کی تلوار ہے یہ

(۵۷)

تیغ کی کون سمجھ سکتا ہے رن میں اُفتاد
گر کے کیا فرق پہ کر جاتی ہے بانیِ فساد
بدلے یہ رنگ کہ اب خود ہے فلک کی اُستاد
دہنِ زخم سے بالکل ہے مشابہ فریاد
دل تڑپ اٹھتے ہیں جب دادِ وفا دیتی ہے
سانس اُکھڑ جاتی ہے یا تیغ صدا دیتی ہے

(۵۸)

سرنگوں کیوں نہ ہو ایک ایک حسامِ بے پیر
کم نہیں صاعقۂ ابر سے اس کی تنویر
ذوالفقارِ اسدِ حق کی طرح کب ہے نظیر
چھپ نہیں سکتی ہے لاکھوں میں جری کی شمشیر
کب بدل سکتی ہے با خطِّ جلی لکھّا ہے
قبضۂ تیغ پہ عباسِؑ علیؑ لکھّا ہے

(۵۹)

دوست کیوں دل سے نہ رکھیں اِسے عباسِؑ جواں
اپنی محنت کی خبر دیتے ہیں جوہر کے نشاں
منہ میں تلوار دبا لینے کی حالت ہے عیاں
شاہدِ مشقِ دہن خود ہے یہ شمشیرِ گراں
دی جگہ عکس کو ایجادِ سکندر بن کر
تن پہ دانتوں کے نشاں رہ گئے جوہر بن کر

(۶۰)

کچھ عجب طرح سے ہے شیرِ جری محوِ وغا
اُس طرف بھیڑ ہے لاکھوں کی اِدھر یہ تنہا
جسم تک آتا ہے ہر رنگ کا رن میں حربہ
تن کا بچ جانا اس انبوہ میں آسان نہ تھا
کب اکیلا سپہِ ظلم سے لڑتا تھا کوئی
(کس طرح دبتے بھی خالی جو نہ پڑتا تھا کوئی)

(۶۱)

اُس پہ اک اور یہ آفت تھی میانِ جنگاہ
وار اپنا نہ کریں گر تو نہ پسپا ہو سپاہ
رن میں حملہ بھی وہ حملہ ہو نہ ہو جس کی پناہ
ایسی چوٹیں ہوں کہ دبتے چلے جائیں گمراہ
جو لئے دل کی تمنا ہیں وہ ہر بار ہیں وار
ان کی چوٹوں سے نہ زائد ہوں تو بیکار ہیں وار

(۶۲)

کون کر سکتا ہے اُس مشقِ وغا کو تحریر
وار رد بھی کرے، دو بھی کرے پڑ کر شمشیر
قتل ہوتا چلا جائے، ہو جواں اس میں کہ پیر
مطمئن دل ہو جب ایسا، تو بنے ہر تدبیر
دست و پا شامیوں کے تیغ نے بیکار کئے
حربہ اک رد کیا، دو وقتِ وغا چار کئے

(٦٣)

تشنہ کامی میں کئے کارِ نمایاں کیا کیا
حصر اُس عقل و فراست کا کرے کون بھلا
جوشِ دل تھا جو دمِ جنگ تہوّر سے جدا
کی غضنفر نے اُس اندازِ شجاعت سے وغا
دل کی بھی فکر کی، دشمن پہ نظر بھی رکّھی
وار اپنے بھی کئے، سب کی خبر بھی رکّھی

(٦٤)

تیغ کی طرح سے پھرتی تھی نظر چار طرف
قلبِ لشکر میں گھرا تھا شہِؑ مرداں کا خلف
کرتے تھے گر کے لعیں خاک پہ جانوں کو تلف
نظر آتی تھی نہ میدان میں سالم کوئی صف
کاملِ فن جسے پایا تو نہ زندہ چھوڑا
کوئی گر آگے بڑھ آیا تو نہ زندہ چھوڑا

(٦٥)

کیسا جرّار و جری تھا پسرِ شیرِؑ الٰہ
حالتِ فوج ہر اک وار پہ ہوتی تھی تباہ
خوف کھاتے تھے تو کانپ اٹھتے تھے اندامِ سپاہ
دل ہلا دیتا تھا، پڑ کر اثرِ غیظ نگاہ
رنگ میدانِ ستم تیر نے اُڑ کر دیکھا
گر پڑا وہ جسے جرّار نے مڑ کر دیکھا

(٦٦)

تہلکہ کر دیا غازیؑ نے دمِ جنگ بپا
کچھ نہ سمجھے یہ دلیروں کی حقیقت اصلا
طاقتیں ایسی دکھائیں، نہ رہے ہوش بجا
جنگ میں ہاتھ کسی کا جو کبھی تھام لیا
بس میں جب آ گیا ظالم تو برائی چھوڑی
رن میں بے توڑے نہ ضیغم نے کلائی چھوڑی

(٦٧)

لڑ رہے تھے عجب انداز سے ما بینِ وغا
ایک کو سو میں اگر ماہرِ فن دیکھ لیا
چھوڑ کر اس کو، کیا اور کی جانب حربہ
بے خبر مجھ سے ہیں مجمع میں، یہ ظالم سمجھا
جہل کو عقل کا دعوہ تھا تو بیکار لیا
وار اِدھر کھُل کے ہوا، مُڑ کے اُدھر مار لیا

(٦٨)

بیچ میں آ گیا تیغوں کے جو کوئی نیزہ
اور حربوں سے ہے طول اس کا دمِ جنگ سوا
ساتھ تلواروں کے یہ بھی جو سوئے شیر چلا
اس کے رد کرنے کا لڑنے میں طریقہ تھا جدا
کر دی یوں تیغ نے کمزور توانِ نیزہ
پڑ کے پٹ چوب پہ لے آئے زبانِ نیزہ

(٦٩)

خوب عباسؑ نے بدلا صفِ دشمن سے لیا
تیغ نے لہر کو اڑتے ہوئے ناگن سے لیا
جا پڑا جس پہ جری فرق کو اُس تن سے لیا
کبھی قوّت سے لیا کامِ کبھی فن سے لیا
ڈوب جاتی تھی تنِ فوج میں ساری تلوار
کبھی ٹکرا دیئے سر اور کبھی ماری تلوار

(٧٠)

دیر تک کرتے رہے آپ اسی طرح سے جنگ
کیا تری شان ہے لاکھوں کو کیا ایک نے تنگ
عقل ہر وار پہ تھی لشکرِ کفّار کی دنگ
پڑ کے ہوتا تھا عیاں دستِ زبردست کا رنگ
مانتی تھی نہ سپر اور نہ زیں کو تلوار
ہاتھ بھر کاٹ کے اُٹھتی تھی زمیں کو تلوار

(۷۱)

ستمِ تیغ کو کچھ اہلِ جفا بھی سمجھے
پردۂ ظلم میں ظالم کی ادا بھی سمجھے
رن میں عباسؑ کا اندازِ وغا بھی سمجھے
یہ جسے دشت میں جرّار ذرا بھی سمجھے
ایسے ہنگام میں بزدل نہ قوی کو مارا
قصد جس کا کیا لاکھوں میں اُسی کو مارا

(۷۲)

ایسے دل ہوتے ہیں عالم میں شجاعت کے دھنی
مزے دکھلا رہی تھی فوج کو پیماں شکنی
مرنے والوں کو نہیں کچھ بھی غمِ بے کفنی
دشت میں چادرِ خوں ڈھانکے ہے عریاں بدنی
شعلے پردے میں لہو کے ہیں بھڑکنے والے
زندہ درگور ہیں ریتی پہ پھڑکنے والے

(۷۳)

گھِر کے میدان میں یوں کی جو دلاور نے وغا
تہلکہ لشکرِ کفار میں حملوں سے پڑا
اس طرح ہوتی چلی فوجِ مخالف پسپا
دو قدم پیچھے ہٹی رن میں جو اک گام بڑھا
تیغ نے رشتۂ امّیدِ سپہ توڑ دیا
حالتِ فوج یہ کہتی ہے کہ دل چھوڑ دیا

(۷۴)

رن میں اس طرح دکھائی جو دیا فوج کا رنگ
اب تو غازی نے کیا اور بھی جرأت سے بتنگ
دم بدم بڑھتی گئی جوشِ شجاعت سے امنگ
یاد اعدا کو دلا دی اسد اللہ کی جنگ
بڑھ کے دو حملوں میں اک اک صفِ لشکر توڑی
درِ خیبر کی طرح سدِ سکندر توڑی

(۷۵)

رن میں چلتی رہی کس حسن سے شمشیرِ دوسر
اپنی چوٹوں سے ہوا خود سپہِ کیں کا ضرر
چار جانب سے جو گھیرے ہوئے تھے بانیِ شر
وار کرنے سے ہر اک سمت کے سمٹا لشکر
ضو تھی تلوار کی ہر روئے سیہ رو کی طرف
جو پرا پیچھے تھا بڑھ آیا وہ پہلو کی طرف

(۷۶)

انقلابِ فلکی تھا سپہِ ظلم کا رنگ
جس طرف رخ تھے ہوئی پشت اُدھر کو دمِ جنگ
دل سے وہ محو ہوئی لے کے جو آئے تھے امنگ
جان جانے کی جو دہشت تھی گوارا کیا ننگ
تھم کے ہم دادِ جواں مردی و مردی دیں گے
دل سے کہتے تھے جو زندہ ہیں تو پھر لڑلیں گے

(۷۷)

نظر آئی جو یہ کیفیتِ افواجِ گراں
ہر طرف کرنے لگا وار علیؑ کا دل و جاں
وہ بھی باقی نہ رہی جتنی کہ تھی دل میں تواں
لے چلے فوج دباتے ہوئے عباسِؑ جواں
ہر سرِ کبر تہہِ تیغِ دو پیکر لائے
دور تک رن میں بھگاتے ہوئے لشکر لائے

(۷۸)

اس دلیری و شجاعت کا بھلا کیا کہنا
دشت میں لاکھوں پہ بھاری ہوا اک کا حملہ
متحمل نہ ہوئے وقتِ وغا اہلِ جفا
جتنے بڑھ آئے تھے رن میں ہوئے اُتنے پسپا
قلبِ دشمن پہ بنی، خوش دلِ احباب ہوئے
آپ میداں کی لڑائی میں ظفریاب ہوئے

(۷۹)

قوتِ قلب تھی جس سے وہ دل آرام آئی
منتشر کرکے سپہ تیغِ خوش انجام آئی
دوشِ غازیؑ پہ مہک کر وہ گل اندام آئی
کر چکی فتح لڑائی تو مرے کام آئی
شمعِ شمشیر پہ جاں رند کی پروانہ ہوئی
کھل گیا قفل، کلیدِ درِ میخانہ ہوئی

(۸۰)

ساقیا! تیری مری سمت توجہ ہے اگر
قلب کو جس کی تمنا ہے بتا وہ چل کر
دیکھے محراب درِ میکدہ پر پڑ کے نظر
خلد میں ساقیِ کوثر کا یہی خاص ہے گھر
اور کا ہو نہ مقدر مری قسمت کی طرح
نام لکھا ہو علیؑ کا درِ جنت کی طرح

(۸۱)

ہو یہ ممکن تو مرا قلب ہو بے حد شاداں
اس طرف میں ہوں تو اس سمت ہوں حور وغلماں
رُخ ہو پانی میں حسینانِ بہشتی کا عیاں
لطف دے اہلِ نظر کو لبِ کوثر کا سماں
کھنچ کے دل تک اثرِ نیم نگا ہی آئے
حوریں انگڑائیاں لیں مجھ کو جماہی آئے

(۸۲)

بعد مدت کے ہوئی آج موافق تقدیر
اُس طرف ہیں وہ کنارے پہ، نہیں جن کا نظیر
اِس طرف پانی پہ لہراتی ہے رخ کی تصویر
دل پہ پڑ لینے تو دے حسن کی پوری تاثیر
ہوش لے جائے گی آ کر کسی یوسفؑ کی صدا
میں تو کیا پانی سے خود آئے گی اُف اُف کی صدا

(۸۳)

آرزو نکلے مرے قلب کی کاش اے ساقی
کیوں کسی اور کی کرتا ہے تلاش اے ساقی
دل میں ہو خارِ الم سے نہ خراش اے ساقی
جامِ بلور پیئے مئے جو تراش اے ساقی
موت سے مفخرِ اجدادِ سلف بن جائیں
آنکھیں پتھرائی ہوئی درِّ نجف بن جائیں

(۸۴)

چار سو جامِ بلوری میں جو ہے سرخ شراب
قلب پہلو میں ہے موجوں کی طرح سے بیتاب
ہے یہ وہ لطف کہ جو خود ہے ارم میں کمیاب
غرق ماہی کی طرح سے ہیں نگاہیں تہہِ آب
رغبتِ رند بڑھاتے ہیں ایاغ اے ساقی
دور تک پانی میں روشن ہیں چراغ اے ساقی

(۸۵)

پھر نہ لوں اپنی زباں سے میں کسی عیش کا نام
دیر تک نشّہ کا باقی رہے آنکھوں میں قیام
حکم اگر یوں ہو تو بن جائیں بگڑ کر مرے کام
گردنِ حور میں اک ہاتھ ہو، اک ہاتھ میں جام
لطف یہ ہو تو سماں باعثِ حیرت بن جائے
موجیں کوثر میں ٹھہر جائیں تو صورت بن جائے

(۸۶)

گر نہایا ہے تو چہرے کو بھی موڑے کوئی
ہے یہی شغل تو دل کا ہے کو توڑے کوئی
بال تر کرکے ادا اپنی نہ چھوڑے کوئی
قطرے میں جام میں لوں زلف نچوڑے کوئی
آرزو میری نکل لے تو خفا ہوجائے
دل لگی اک کی ہو اور اک کا بھلا ہوجائے

(۸۷)

(جب نہ پی لوں تو دکھاؤں تجھے کیا مشاقی)
مئے ابھی تک تو ہے شیشوں میں زیادہ باقی
میرے دل پر نگہہِ بنتِ عنب ہے راقی
آج میں بھی ترے اعجاز کو دیکھوں ساقی
لطفِ ساغر نہ ملے گا جو گلابی میں پیوں
منقلب کر دے تو مئے جامِ حبابی میں پیوں

(۸۸)

دخترِ رز سے کروں کیوں نہ تعشّق ساقی
مہرباں تو ہے تو پھر کیوں ہو تملّق ساقی
مئے کو پانی سے نہیں کوئی تفوّق ساقی
عکس کا عکس تعلّق کا تعلّق ساقی
ہو سماں سرخ جو موجیں سرِ آب اُٹھنے لگیں
جوش مئے کھائے تو کوثر میں حباب اُٹھنے لگیں

(۸۹)

جوش ہے چشمۂ کوثر میں لبِ جو کی طرح
مئے میں تسخیر ہے چلتے ہوئے جادو کی طرح
ٹوٹ جاتے ہیں حباب آنکھ کے آنسو کی طرح
جال پانی میں ہیں بکھرے ہوئے گیسو کی طرح
دل کی اس لطف نے کچھ اور بھی رغبت کردی
مئے کی اُٹھتی ہوئی موجوں نے قیامت کردی

(۹۰)

رُخ پہ کیا اب بھی ہیں الجھے ہوئے گیسو ساقی
دل سے آتا ہے گھٹتا ہوا آنسو ساقی
وہ شرابی ہوں دکھاؤں جو تجھے خو ساقی
مئے تو کیا شئے ہے نہ شیشے میں رہے بو ساقی
دل کی امید جو بر آئے تو کیوں رو کے پیؤں
جس میں ہو نامِ علیؑ جام وہ دھو دھو کے پیؤں

(۹۱)

منتظر مئے کا کہاں تک رہے قلبِ مضطر
دارِ ہستی سے میں آیا ہوں قریبِ کوثر
دل کی بر آئے تمنا تو مبارک ہو سفر
کیجے اے ساقیِ کوثر نظرِ لطف اِدھر
ہچکیاں لے جو صراحی تو کوئی بات کروں
جس پہ غبطہ کریں حوریں وہ مباہات کروں

(۹۲)

سن کے فیض آپ کا پہنچا ہوں قریبِ کوثر
مجھ کو درکار ہے راحت پئے قلبِ مضطر
جس پہ دل ناز کرے ایسے شرف پر ہے نظر
جام کورے جو دھرے ہیں کروں وہ کیا لے کر
ہوسِ شرب اگر ہے تو برابر لوں گا
جس میں مئے آپ نے پی ہے وہی ساغر لوں گا

(۹۳)

جام پا لیں تو چلیں خلد کے ساکن ساقی
دل کی خواہش ہے ترے جود سے ممکن ساقی
مئے کے پینے کا تپش میں ہے یہی دن ساقی
پاک دو چیزیں کریں ظاہر و باطن ساقی
(ظاہر) اک دل کرے اور ایک سے سینہ پوچھوں
دست پاک اپنا عطا ہو تو پسینہ پوچھوں

(۹۴)

بے خبر جو تری عادت سے ہے وہ کیا سمجھے
ہم عنایت کو تری لطف خدا کا سمجھے
دلِ بیمار کی صحت سے مسیحا سمجھے
جاننے والے ترے دل کا ارادہ سمجھے
قلبِ مردہ نظرِ لطف پہ جی جاتے ہیں
آنکھ جس پر تری پڑتی ہے وہ پی جاتے ہیں

(۹۵)

کیوں نہ راحت لبِ کوثر دل مضطر پی لے
جب عطا ہے تو ہر اک جام برابر پی لے
مئے کوثر سے چھلکتے ہوئے ساغر پی لے
جس کا جی چاہے وہ ہاتھوں کو بڑھا کر پی لے
میرے ساقی میں ہے اعجاز رسولوں کی طرح
جامِ مئے تیرتے ہیں آب پہ پھولوں کی طرح

(۹۶)

کامیاب اپنی تمنا میں ہوا میں تو اِدھر
اُس طرف فوج سے بولا شہِؑ مرداں کا پسر
گھاٹ کو اچھی طرح روک چکے بانیِ شر
دیر اب تو نہیں، لوں دوش سے شمشیرِ دو سر
غیظ آ جائے تو اسوار و پیادہ کیا ہے
اب لڑو گے کہ نہیں ہم سے؟ ارادہ کیا ہے

(۹۷)

بولے وہ بانیٔ بیداد کہ لیجئے تلوار
گھاٹ کو اچھی طرح روکے ہے فوجوں کی قطار
دیکھنا ہے ہمیں اِس جنگ میں اے عرش وقار
نہر کس طرح نکل جاتی ہے وقتِ پیکار
دونوں جانب کے فنِ جنگ دکھائی دیں گے
اب تو ہٹ اس پہ ہے تم کو نہ ترائی دیں گے

(۹۸)

لے کے شمشیر سرِ دوش پکارا وہ جواں
آج تم بچ کے مرے ہاتھ سے جاتے ہو کہاں
مجھ کو بھی ضد ہے کہ دو ہاتھ میں لوں آبِ رواں
تم بھی جمعیتِ بے حد پہ ہو بے حد نازاں
داد ہر زخم سے ہاتھوں کی صفائی لے لے
جس کو حق آج دلائے وہ ترائی لے لے

(۹۹)

کہہ کے یہ جا پڑا دریا کی صفوں پر وہ جری
خشک جو ہو گئی تھی تیغ وہ پھر خوں سے بھری
تھا جو زائد تپشِ مہر سے سوزِ جگری
سرد جلتا ہوا دل کرنے لگی خوں کی تری
دارِ ہستی سے نئی طرح گذر جاتے تھے
سر کے بھل گر کے لعیں خاک پہ، مر جاتے تھے

(۱۰۰)

کرنے پائے ستم ایجاد نہ راحت سے بسر
سر اُٹھانے کی سزا پا رہے تھے بدگوہر
ملتا تھا نزع کی ایذا سے نہ اعدا کو مفر
گھوڑا جرّار کا ٹکرا رہا تھا کاسۂ سر
چین کب فرق کو کھنچتے ہوئے دم دیتے تھے
پتلیاں پاؤں کی آنکھوں پہ لعیں لیتے تھے

(۱۰۱)

چل رہی ہے وہ قیامت کی سپہ سے تلوار
آنکھ اُٹھانے کی بھی پاتے نہیں مہلت غدّار
تیغ کر لیتی تھی دو جسم جو وقتِ پیکار
اپنے مرنے سے لعیں ہوتے تھے اُس دم ہشیار
رُخ اگر تیغ کی بیداد پہ پھر جاتے تھے
ٹکڑے جو تن میں برابر تھے وہ گر جاتے تھے

(۱۰۲)

تنگ تھی حملۂ شیرانہ سے فوجِ غدّار
کبھی گھِر گھِر کے لڑا قلب سپہ میں جرّار
میسرہ پر کبھی دو چار کئے غیظ میں وار
میمنہ پر کبھی غازی نے اُٹھایا رہوار
جس طرف آ گیا بجلی کی طرح کوند گیا
صورتِ سبزۂ بیگانہ وہ صف روند گیا

(۱۰۳)

تھی سرانِ سپہ ظلم کو گو کوشش وکد
چاہتے تھے سرِ لشکر کی بلا ہم کریں رد
دل ہلا دیتی تھی پر شیرِ جری کی آمد
اپنا سر جاتا تھا کرتے تھے یہ جس صف کی مدد
دردِ دل بڑھتا گیا روح اذیت میں رہی
خود بھی زندہ نہ رہے فوج بھی آفت میں رہی

(۱۰۴)

آبِ شمشیر سے برپا ہے تلاطم لبِ جو
صورتِ ماہیِ بے آب تڑپتے ہیں عدو
باڑھ پر تیغ کی رکھ دیتے ہیں اعدا جو گلو
رگِ گردن کے جدا ہونے سے بہتا ہے لہو
جوش کھاتا ہوا خونِ تنِ اعدا نکلا
طُرفہ یہ بات ہے، اک موج سے دریا نکلا

(۱۰۵)

کچھ عجب طرح سے جاتے ہیں عدو سوئے عدم
ذائقہ پاتے ہیں ایذائے لحد کا پیہم
لاش پر لاش کے گرنے سے ہے روحوں پہ ستم
بسملوں کی ہے جو کثرت تو نکلتا نہیں دم
دل الم کش مکشِ فوج سے پائے ہوئے ہے
ایک کو دوسرا ریتی پہ دبائے ہوئے ہے

(۱۰۶)

لشکرِ کیں میں قیامت تھی بپا چار طرف
رن میں ہوتے تھے لعیں تیرِ ملامت کے ہدف
دمِ شمشیر پہ کی سو نے اگر جان تلف
پُرسا لینے کے لئے دور تلک بچھ گئی صف
چارہ گر گر نہ ملا زخم کو خود ٹانک لیا
چادرِ خاک نے ہر روئے سیہ ڈھانک لیا

(۱۰۷)

تھا کئی لاکھ پہ اک شیرِ جری کا قابو
جس طرف چاہتے تھے یہ سمٹ آتے تھے عدو
دہنی صف رن میں بدل لیتی تھی بایاں پہلو
فصلِ بارش کی طرح زور میں بہتا تھا لہو
جس پہ اک ہاتھ پڑا تا بہ کمر کاٹ دیا
دور تک لاشوں سے میدانِ ستم پاٹ دیا

(۱۰۸)

حملہ ور چار طرف تھا شہِؑ مرداں کا پسر
چل رہی تھی سرِ کفّار پہ شمشیرِ دو سر
تھی جو یہ فکر کہ پانی سے کریں مشک کو تر
برشِ تیغ کا کل فوج پہ پڑتا تھا اثر
جا پڑے جس پہ وہ صف ڈر سے سرک جاتی تھی
گھاٹ تک تیغ کی ہر بار چمک جاتی تھی

(۱۰۹)

دیتے جاتے ہیں ہر اک وار پہ اعدا کو صدا
دیکھو ہم بڑھتے چلے آتے ہیں روکو دریا
لو خبر جلد، نہیں ہوتے ہو دم میں پسپا
جس پہ تھا تم کو بھروسا، وہ پرا ٹوٹ گیا
جنگ میں رُخ رہیں نیزوں کے مسافر کی طرف
اب کی حملہ میں کروں گا صفِ آخر کی طرف

(۱۱۰)

کہہ کے یہ آ پڑا غازی صفِ آخر کی طرف
پہلے جاں تیغ نے کی افسرِ لشکر کی تلف
کیسی چالاک تھی شمشیرِ بنؑ شاہِ نجف
تیر کی طرح کیا دیدۂ جوہر سے ہدف
جب چلی سینے کو ہنگامِ وغا تان دیا
باڑھ سے دو کیا پرتو سے جگر چھان دیا

(۱۱۱)

وہ تپش دھوپ کی، وہ ظہر کا رن میں ہنگام
وہ ہوا گرم کہ تھے شمع کی صورت اندام
دل کی سوزش سے نہ اک جا تھا نگاہوں کو قیام
پانی وہ کھول رہا تھا کہ تڑق جاتے تھے جام
ہاتھ بیکار ہوئے جس نے سنبھالا ساغر
سر کفِ دست کا بن جاتا تھا چھالا ساغر

(۱۱۲)

آگ بھڑکی ہوئی تھی دشتِ ستم میں ہر سو
خاکِ گیتی پہ بدلتی تھی تڑپ کر پہلو
نظر آتا تھا تنِ تیغ کا یوں ہربُنِ مو
لال جس طرح سے ہوں رنگِ حنا سے گیسو
شام تک جسم کی سرخی لئے رنگت نہ گئی
ایسی آفت میں بھی تلوار کی زینت نہ گئی

(۱۱۳)

تھا بسانِ کُرۂ نار جو وادیِ بلا
تیغ جب گرتی تھی آ جاتی تھی بجلی کی صدا
بن گئی تھی ستم ایجادوں پہ مابینِ وغا
یوں تلف ہوتی تھی شمشیر سے جانِ اعدا
شعلۂ تیغ اثر پڑ کے یہ دکھلاتا تھا
دور تک رن میں دھواں اُٹھتا ہوا جاتا تھا

(۱۱۴)

جنگ میں تھا نہ کمانوں کو کشاکش سے قرار
تیر بن جاتے تھے منہ میں صفتِ شعلۂ نار
چھالے پڑ جاتے تھے خنجر کی زباں پر ہر بار
دھوپ سے خود تھی بھڑکتا ہوا شعلہ تلوار
اپنی سوزش صفتِ مہر دکھا دیتا تھا
خونِ تن تیغ میں آگ اور لگا دیتا تھا

(۱۱۵)

جس کا سر زیں پہ کٹا چھوٹ گئی ہاتھ سے باگ
موت خود دشمنِ اعدا تھی کہے کون کہ بھاگ
اپنی ہی سانسوں کو خود تھی تنِ مجروح سے لاگ
تیز ہو جاتی تھی ہر مرتبہ بجھتی ہوئی آگ
درد کو پردۂ راحت میں بڑھا دیتی تھی
سانس جلتے ہوئے زخموں کو ہوا دیتی تھی

(۱۱۶)

ایک کے قلب پہ تھا اک سے جدا ہونے کا داغ
زندگی میں تو نہ باقی تھی اذیت سے فراغ
تپشِ قلب کا مل جاتا تھا زخموں سے سراغ
شعلۂ تیغ سے میداں میں جل اٹھتے تھے چراغ
نفسِ سرد کے آثار بدل جاتے تھے
آگ کا مادّہ جس میں تھا وہ جل جاتے تھے

(۱۱۷)

اس لڑائی میں جو آخر تھی دلاور کی وغا
تہلکہ فوج میں ہر وار پہ ہوتا تھا بپا
گردنیں ہوتی تھیں اک ہاتھ میں دو دو کی جدا
خود بھی پیاسے تھے کچھ ایسے کہ نہ تھے ہوش بجا
صدمۂ سوزِ دروں دل سے کہاں اُٹھتا تھا
بات کرتے تھے جو منہ سے تو دھواں اُٹھتا تھا

(۱۱۸)

رنگِ رُخ سرخ تھا مثلِ رُخِ مہرِ گردوں
لبِ نازک سے عیاں تھا اثرِ سوزِ دروں
پیاس سے تھے جگر و دل جو جری کے محزوں
ابرِ شمشیر سے میداں میں رہی بارشِ خوں
کرنے پایا نہ سکونِ دلِ مضطر پانی
رن میں برسا تو، مگر رنگ بدل کر پانی

(۱۱۹)

لیکن اس مینہ کے برسنے کا اثر کچھ نہ ہوا
وہی حالت رہی جرّار کی ہنگامِ وغا
جنگ کرنے میں یہ کرتے تھے جو کچھ بھی عرصہ
دمبدم جلتے ہوئے دل کی یہ آتی تھی صدا
وہ نہ چھوٹے جو مقابل میں شکار آجائے
لیجئے بڑھ کے ترائی تو قرار آ جائے

(۱۲۰)

تپشِ مہر سے ہر سانس میں اُٹھتا ہے دھواں
فرسخوں ریت ہے بالو کی طرح رن میں عیاں
دھوپ چٹیل ہے جو میداں تو نہایت ہے گراں
اب تو حسرت ہے نظر آئے کہیں آبِ رواں
لطف کچھ پائیں جو موجیں لبِ دریا آئیں
فوج ہٹ جائے تو ہم ٹھنڈی ہوا کھا آئیں

(۱۲۱)

وہ بیاباں ہے جہاں پر نہیں سایا بھی بہم
ذرّۂ خاک کے انگاروں سے حدت نہیں کم
اور بھی وقتِ وغا قہر ہے بالو کا ستم
دمِ رفتار دھنسے جاتے ہیں گھوڑے کے قدم
چلتی ہے تیغ سمجھتا ہے اشارے رہوار
پاؤں جلتے ہیں تو بھرتا ہے طرارے رہوار

(۱۲۲)

پیاس بیحد جو ہوئی قلبِ دلاور پہ گراں
حملے دو چار کئے وہ کہ ہوا حشر عیاں
تیغ نے حاملِ رایت کی جو لی قلب میں جاں
سرنگوں ہوکے گرا خاک مذلّت پہ نشاں
تھے عیاں رنگِ پریدہ سے الم لشکر کے
تھم سکے پھر لبِ ساحل نہ قدم لشکر کے

(۱۲۳)

دہشتِ جاں نے جو پہلو میں کیا دل مضطر
لبِ ساحل سے فراری ہوا سارا لشکر
روک لی حضرتِ عباسؑ نے شمشیرِ دو سر
خنکیِ آب کا ظاہر ہوا تا دور اثر
کس حسیں کو صفتِ تیغ لگاوٹ آئی
ہٹ گئی فوج تو آنکھوں میں تراوٹ آئی

(۱۲۴)

کر چکا فوج جو پسپا پسرِ شیرِ خدا
تن یہ بالیدہ ہوا ٹوٹ گئے بند قبا
چوم کر دستِ جری تھم گئی دم بھر کو قضا
قصد عباسؑ کا رہوار نے پہچان لیا
تنِ آہو کی طرح بھر کے طرارے پہنچا
پٹریاں دابیں تو دریا کے کنارے پہنچا

(۱۲۵)

فتح خالق نے جو دی مٹ گیا سب دل کا قلق
شاہدِ ضربتِ جرّار تھے گیتی کے طبق
دور تک سرخیِ خوں تھی صفتِ رنگِ شفق
پہنچا جس دم سوئے دریا اسدِ بیشۂ حق
دل تڑپ اُٹھّا یہ پانی میں صفائی دیکھی
روک کر آپ نے گھوڑے کو ترائی دیکھی

(۱۲۶)

قلب کا کھو دیا موجوں کی روانی نے ملال
جس سے مسرور ہوئے آپ وہ پانی کا تھا حال
اُتنے بشاش ہوئے جتنی کہ تھی طبع نڈھال
قلبِ مشکیزہ کو خود بھی تھا سکینہؑ کا خیال
فتح نے گوہرِ ارمانِ دل انمول دیا
ٹھنڈی آئی جو ہوا مشک نے منہ کھول دیا

(۱۲۷)

باگ کو روک کے گھوڑے کی پکارا وہ جواں
رن میں پوشیدہ ہوا ہے پسرِ سعد کہاں
کیا ہوئی بحر پہ جمعیّتِ افواجِ گراں
اس طرح لڑتے ہیں ضرغامِ خدا کے دل و جاں
پہلواں قتل کئے مرحبِ خودسر کی طرح
نہر کو چھین لیا قلعۂ خیبر کی طرح

(۱۲۸)

سر کے بھل خاک پہ وہ ہیں جو بہت تھے جرّار
بچ کے جاتا ہے کہیں پنجۂ ضیغم سے شکار
کیا دلیروں کا بنا سکتی ہے فوجِ غدّار
قتل ہونے پہ بھی پائیں گے ترائی میں مزار
تم سے جب لے لیا پھر کیوں نہ ہو دریا اپنا
نہر سے حشر تک اُٹھے گا نہ قبضہ اپنا

(۱۲۹)

جب بنِ سعد نے کوئی نہ دیا اس کا جواب
بحر کو دیکھ کے کہنے لگا وہ عرش جناب
اِسی دریا کے لئے ہیں کئی بچّے بیتاب
اللہ اللہ یہاں تک ہے یہ پانی نایاب
ہٹ کے دور اس سے مقدر کی برائی دیکھی
آج تو بعد کئی دن کے ترائی دیکھی

(۱۳۰)

کہہ کے یہ نہر میں غازیؑ نے فرس ڈال دیا
تھم گیا متصلِ آب جب آکر گھوڑا
قاشِ زیں سے اُتر آیا پسرِ شیرِ خدا
تسمۂ مشک کیا دوشِ مبارک سے جدا
دل کو تعجیل ہے دنیا سے گذرنے کے لئے
سب یہ سامان ہیں پردیس میں مرنے کے لئے

(۱۳۱)

خم ہوا مشک کو جب لے کے وہ ماہِ کامل
مدعا پانی پہ پھیلا کے ہوا یوں حاصل
ہوگیا آبِ رواں جوف کی جانب مائل
توڑ مجدھار کا آج آ گیا قربِ ساحل
خود بھی آمادہ ہوا پیاس بجھانے کے لئے
زور پانی کا بڑھا مشک میں آنے کے لئے

(۱۳۲)

ٹھنڈی ٹھنڈی چلی آتی تھی کنارے پہ ہوا
جب تلک منہ رہا پانی کے لئے مشک کا وا
لطف غازی کو دکھاتی رہی موجِ دریا
پُر ہوا آب تو تسمہ سے دہن باندھ دیا
پیاسے رہنے کی نہ کچھ فکر دمِ جوش رکھی
لے کے جرّار نے پھر مشک سرِ دوش رکھی

(۱۳۳)

کیا وفادار و جری تھا شہِ مرداںؑ کا پسر
تشنہ لب تھے جو کئی دن سے شہِؑ جن و بشر
پانی سمجھے نہ حسینؑ ابن علیؑ سے بہتر
موج کی طرح تڑپتا رہا قلبِ مضطر
کون سا تھا وہ جہاد ایسا جسے سر نہ کیا
نفس نے لاکھ کہا، منہ کو مگر تر نہ کیا

(۱۳۴)

ہاں مگر ہو چکا جب زیں پہ جری جلوہ نما
دل پہ یادِ شہِؑ والا نے اثر اتنا دیا
باگ لیتے ہی فرس جب لبِ ساحل سے چلا
جاتے جاتے نگہِ یاس سے دیکھا دریا
اشک لیتا ہوا صبرِ دلِ مضطر آیا
پانی آنکھوں میں حبابوں کی طرح بھر آیا

(۱۳۵)

اِس طرف سے تو چلا لختِ دلِ شیرِ الٰہ
اُس طرف ہو چکی تھی جمع ترائی میں سپاہ
فرسخوں تو لے ہوئے تیغیں تھے لاکھوں گمراہ
تھی وہ کثرت کہ بیاباں تھا نگاہوں میں سیاہ
راستہ جب نہ نکلنے کا کہیں پاتی تھی
سر نظر لوہے کی دیواروں سے ٹکراتی تھی

(۱۳۶)

یہ جگہ ہے کہ نہیں خلق میں انصاف کی جا
پھر وہی ہو گئی جمعیّتِ فوجِ اعدا
ایسی کثرت میں لڑائی رہے کب تک تنہا
اک کی کوشش کا نتیجہ ہو کہاں تک پیدا
کب تلک جوشِ وغا رنگ بدلتا ہی رہے
ہاتھ وہ لائیں کہاں سے کہ جو چلتا ہی رہے

(۱۳۷)

واقعی ایسی لڑائی میں انہیں کا تھا یہ کام
جب بڑھا نہر پہ لڑنے کے لئے لشکرِ شام
غیظ میں کھینچ لی پھر میان سے غازیؑ نے حسام
دیکھئے ہوتا ہے اس جنگ کا اب کیا انجام
فرق دو ہوگئے شمشیر کے آنے کے لئے
خوں برسنے لگا پانی کے بچانے کے لئے

(۱۳۸)

فکر اُدھر تھی کہ کسی طرح سے اس مشک کو لیں
تھی اِدھر ضد کہ جدا سر ہو مگر آب نہ دیں
تیر اگر آئیں تو مشکیزہ پہ سینے کو دھریں
نام رہ جائے شجاعت کا، رہیں یا نہ رہیں
پھر بنِ شاہِ نجفؑ محوِ وغا ہوتا ہے
آستیں چڑھ چکی ہے، دیکھئے کیا ہوتا ہے

(۱۳۹)

گر رہی ہے سرِ اعدا پہ تڑپ کر شمشیر
تیغ تو لے ہوئے لڑتے ہیں اُدھر بھی بے پیر
ہوں نہ جائیں یہ کہیں تشنہ دہانی میں اَخیر
یا الٰہی رہے لڑنے میں موافق تقدیر
حالِ دل پیاس نہ ہنگامِ وغا غیر کرے
جان دے دینے کی حسرت ہے، خدا خیر کرے

(۱۴۰)

کبھی اس سمت جھپٹتا ہے جری گاہ اُدھر
چلتی ہے ہاتھ تھکاتی ہوئی شمشیر دو سر
دو کیا راکب و مرکب کو دمِ جنگ اگر
دم الجھنے لگا تھرّا گیا سینے میں جگر
وار گو فرق پہ اعدا کے بہت خوب گیا
تا قدم سر کے پسینے سے جری ڈوب گیا

(۱۴۱)

ہے نہاں فوج کی ظلمت میں وہ ماہِ کامل
خیمہ تک بھائی کے جانا ہے نہایت مشکل
قطع کس طرح کریں راہِ درازِ منزل
اب تو پہنچی ہے یہ ہنگامِ جدل حالتِ دل
کہیں ناطاقتی و ضعف کے غم جاتے ہیں
وار کرتے ہیں کبھی اور کبھی تھم جاتے ہیں

(۱۴۲)

چین دل پیاس سے لڑنے میں کہاں پاتا ہے
جوش کھاتا ہوا آنکھوں میں لہو آتا ہے
اب اُٹھاتے ہیں وہ غم، چرخ جو دکھلاتا ہے
روکنے میں جو کبھی ہاتھ اُلجھ جاتا ہے
ضعف سے جنگ کے آثار بگڑ جاتے ہیں
جسم پر وار چھلتے ہوئے پڑ جاتے ہیں

(۱۴۳)

ایسی حالت میں دلیرانہ لڑیں کیوں نہ عدو
نظر آتی ہیں چمکتی ہوئی تیغیں ہر سو
وار دل کھول کے کرتا ہے ہر اک عربدہ جو
رن میں اب اچھی طرح بہتا ہے زخموں سے لہو
ضعف بے حد ہو تو کیا ہاتھ صفائی سے چلے
جسم پر کھاتے ہوئے وار ترائی سے چلے

(۱۴۴)

یہ صدا دے رہا ہے شمر و بنِ سعدِ لعیں
ہاں دلیرو! وہ کرو ظلم کہ ہل جائے زمیں
خیمہ تک جا نہ سکے بازوئے شاہنشہِ دیں
کرو اُڑتے ہوئے چھینٹوں سے پھریرا رنگیں
زندہ جب تک رہیں راحت نہ الم سے پائیں
ان کے مرنے کی خبر شاہؑ علم سے پائیں

(۱۴۵)

سن کے آوازِ بنِ سعد یہ بولا جرّار
میں نے جب لی تھی ترائی تو کہاں تھا مکّار
گو مرے دل کو نہیں تشنہ دہانی سے قرار
اب بھی تو مدِّ مقابل ہو تو ماروں تلوار
کوئی اس طرح فنِ جنگ کو دکھلاتا ہے
ایک سے ایک مقابل ہو تو لطف آتا ہے

(۱۴۶)

یاں تو غازیؑ یہ بنِ سعد کو دیتا تھا صدا
مستعد ہو کے بڑھے اور وہاں اہلِ جفا
ایک نے چھپ کے کمیں گاہ سے یہ ظلم کیا
تیغ کو وقتِ وغا دستِ یمیں پر مارا
جنگ میں ہاتھ کے بہتا ہوا خوں ساتھ ہوا
جس سے لڑتا تھا دلاور وہ جدا ہاتھ ہوا

(۱۴۷)

کچھ نہیں بنتی جو ہوتی ہے مخالف تقدیر
ورنہ کیا ان کا بنا سکتی تھی افواجِ شریر
اپنے کام آئی جو لائے وہ عمل میں تدبیر
خاک پر گرنے نہ دی شیرِ جری نے شمشیر
دل کو مرغوب کچھ ایسی تھی ہلالی تلوار
ہاتھ جو رہ گیا تھا اُس سے سنبھالی تلوار

(۱۴۸)

جرأتِ حضرتِ عباسؑ کا کیونکر ہو بیاں
ہوا اس ہاتھ سے بھی شیرِ جری حملہ کناں
وار اس طرح کئے دنگ ہوئی فوجِ گراں
دیر تک لیتی رہی تیغ ستمگاروں کی جاں
جنگ سے پھیر دیئے منہ تبر و خنجر کے
قتل اسّی کئے غازیؑ نے جواں لشکر کے

(۱۴۹)

غیظ میں لڑ رہا تھا بازوئے شاہنشہؑ دیں
آنے دیتا تھا کسی کو جو دلاور نہ قریں
ہوئے اس ظلم پہ میدان میں آمادہ لعیں
سیکڑوں لشکرِ اعدا میں کمانیں کڑکیں
ہوں کسی پر یہ الم اور کوئی سیر کرے
تیر اُڑتے ہوئے آتے ہیں، خدا خیر کرے

(۱۵۰)

روکے کس کس کو بنِؑ شیرِ الٰہی دمِ جنگ
ہاتھ اک رہ جو گیا ہے تو دلِ زار ہے تنگ
وہ بھی جاتی رہی، تھی قلب میں جو کچھ کہ امنگ
دفعتاً پڑ گیا اک مشکِ سکینہؑ پہ خدنگ
اپنی محنت کا الم قلبِ حزیں سہنے لگا
پانی مشکیزہ سے آنسو کی طرح بہنے لگا

(۱۵۱)

باز آتی تھی جفاؤں سے نہ افواجِ ستم
ہاتھ بایاں بھی ہوا تیغ سے لڑنے میں قلم
ڈگمگانے لگا رہوار پہ وہ نیک شیم
گر کے ٹھنڈا ہوا اے وائے ترائی میں علم
دہنِ زخم نے کب غم کی کہانی کھوئی
جو عطا بھائی نے کی تھی وہ نشانی کھوئی

(۱۵۲)

کر چکا ہاتھ جدا جب ستمِ لشکرِ شر
واہ ری جرأت بازوئے شہِؑ جن و بشر
پئے شمشیر ہوا خم اسدِ حق کا پسر
دانت میں گرتی ہوئی تیغ دبائی مڑ کر
یہ ہوا ظلم تو گردوں کا گلہ کرنے لگے
ہاتھ بیکار ہوئے، منہ سے وغا کرنے لگے

(۱۵۳)

قتل دو چار جب اس طرح کئے وقتِ وغا
پہلواں ایک قریب آ کے صدا دینے لگا
سر پہ میں گرز دو دستی کا کروں گا حملہ
روکیئے وار مرا اے پسرِ شیرِ خدا
یہ زمانہ ہے مقدر کے بگڑنے کے لئے
صف سے نکلا ہوں بڑے شوق میں لڑنے کے لئے

(۱۵۴)

سن کے ظالم سے یہ کہنے لگے عباسِؑ جواں
ہاتھ جب تھے مرے سالم تو لعیں تو تھا کہاں
روک سکتا ہوں میں اس وقت بھلا گرزِ گراں
بولا ظالم مری حسرت تو ہے سینے میں نہاں
دشت میں بہرِ مدد شیرِ خدا ساتھ تو ہیں
آپ کے ہاتھ نہیں گر، تو مرے ہاتھ تو ہیں

(۱۵۵)

ہائے اب کیا کروں ظالم کی جفاؤں کا بیاں
کس طرح فرقِ مبارک پہ پڑا گرزِ گراں
اتنا کافی ہے پئے دردِ دل و بہرِ فغاں
منہ کے بھل گر پڑے رہوار سے عباسِؑ جواں
حالتِ ضعف میں یہ ضرب اُٹھائی نہ گئی
ہائے بچوں کے مقدر کی برائی نہ گئی

(۱۵۶)

رن میں گھوڑے سے گرا جب شہِ مرداںؑ کا پسر
بڑھ کے دی باپ کو بیٹے نے ترائی کی خبر
محو کس فکر میں اِس دم ہیں شہِؑ جن و بشر
آپ کے پاؤں پہ غازی نے فدا کر دیا سر
وہ بتاتے ہیں جو لشکر کو جفا آتی ہے
ڈیوڑھی تک فتح کے باجوں کی صدا آتی ہے

(۱۵۷)

شاہؑ نے حالِ مصیبت جو یہ بیٹے سے سنا
دونوں ہاتھوں سے کلیجے کو پکڑ کر یہ کہا
سب خبر تھی مجھے جو کچھ کہ تھا ہونے والا
دیر سے محو اِسی فکر میں تھا اے بیٹا
جس کو آغوش میں پالا وہ جدا ہوتا ہے
یہی دھڑکا تھا کہ اب دیکھئے کیا ہوتا ہے

(۱۵۸)

جس کی دہشت تھی وہی امر ہوا آخرِکار
تشنہ لب قتل ہوا نہر پہ وہ عرش وقار
کتنا جلدی ہوئی ویراں مرے گلشن کی بہار
کر کے برباد مجھے خوش ہوا ہر ظلم شعار
مشک لے کر گئے تھے دہر سے جانے کے لئے
باپ کے ساتھ چلو لاش اٹھانے کے لئے

(۱۵۹)

(الغرض) روتے ہوئے گھر سے چلے نہر کو شاہؑ
ہاتھ تھامے ہوئے تھا لختِ جگر بھی ہمراہ
بھائی کے ہجر سے ہر گام پہ حالت تھی تباہ
کہتا جاتا تھا یہ رستے میں بنِ شیرِ الٰہ
کس کو داغِ جگر و قلب دکھائیں عباسؑ
ہم کہاں سے تمھیں اب ڈھونڈھ کے لائیں عباسؑ

(۱۶۰)

چھوٹ کر بھائی سے کیا دل پہ گذرتی ہے بتاؤ
ہم سنیں جس کو وہ نالہ لبِ جاں بخش پہ لاؤ
دو قدم ساتھ مرے چلنے کی تکلیف اٹھاؤ
خوں میں ڈوبا ہوا دریا سے علم لے کے اب آؤ
تپشِ مہر نہیں دل کو گوارا بھائی
مجھ پہ رایت کا کرو دھوپ میں سایا بھائی

(۱۶۱)

قلب پر کیوں نہ ہو خارِ الم و غم سے گزند
لو گرفتار کو جکڑے ہے مصیبت کی کمند
مرتبہ حق نے کیا سارے شہیدوں سے بلند
قتل ہونے سے تمہارے رہِ چارہ ہوئی بند
دل قوی جس سے تھا طاقت وہ مری چھوٹ گئی
کیوں نہ ہاتھوں سے سنبھالوں کہ کمر ٹوٹ گئی

(۱۶۲)

بھائی کے ہجر سے خوں رو رہے ہیں دیدۂ تر
کھنچ کے ہر آہ سے آجاتا ہے آنکھوں میں جگر
بیٹھا جاتا ہے ہر اک گام پہ قلبِ مضطر
گو ہیں زندہ علی اکبرؑ، ہے مگر ضعفِ بصر
غم ہمارے لئے، راحت ہے زمانے کے لئے
بھائی کو چھوڑ گئے ٹھوکریں کھانے کے لئے

(۱۶۳)

مجھ کو تڑپا رہی ہے یہ مرے دل کی حسرت
جیتے جی دیکھ لوں بالیں پہ پہنچ کر صورت
جس قدر تھی غم و آلام کی یاں پر شدت
حق تعالیٰ تمھیں دے اُتنی جناں میں راحت
قصرِ یاقوت کے نزدیک ملے گھر تم کو
بدلے ہاتھوں کے خدا خلد میں دے پر تم کو

(۱۶۴)

بھائی کے پاس یہ کہتے ہوئے آئے جو امامؑ
ملا ریتی پہ تڑپتا ہوا وہ نیک انجام
خون میں ڈوبا ہوا تھا تنِ مجروح تمام
لب تک آتے تھے یہ حسرت بھرے آہستہ کلام
اے اجل چند نفس کی مجھے فرصت دے دے
قدمِ شاہؑ پہ سر رکھنے کی مہلت دے دے

(۱۶۵)

اور بھی دل ہوا بیتاب سنا جب یہ بیاں
گلے لپٹا کے یہ کہنے لگے سلطانِؑ زماں
ایسی باتوں پہ نہ کیوں ہوں جگر و دل قرباں
بھائی اس طرح سے ملتے ہیں زمانے میں کہاں
یاد کرتے ہو مجھے دہر سے جانے کے لئے
بھائی کو چھوڑ چلے لاش اُٹھانے کے لئے

(۱۶۶)

اِس طرف تو یہ بیاں کر رہے تھے شاہِؑ ہدا
اُس طرف نزع کے آثار تھے رُخ سے پیدا
دم بدم دیتی تھیں اُکھڑی ہوئی سانسیں یہ صدا
ان میں اب کچھ نہیں اے لختِ دلِ شیرِ خداؑ
ہو چکی بند ہر اک آنکھ زباں سے پہلے
شاہؑ حال ان کا سنیں اپنے بیاں سے پہلے

(۱۶۷)

پائے ملتے ہوئے جب لب تو جھکے شاہؑ زماں
بڑی مشکل سے وہ سمجھے جو یہ کرتے تھے بیاں
مطلبِ دل تھا یہ ابرو کے اشاروں سے عیاں
مجھ کو خیمہ میں نہ لے جائے علیؑ کا دل و جاں
پانی دینے کی نہ دی موت نے مہلت مولاؑ
مجھ کو ہے بالی سکینہؑ سے خجالت مولاؑ

(۱۶۸)

کہہ کے یہ رکھ دیا پائے شہِؑ مظلوم پہ سر
ہچکی آئی، ہوا ماتھا عرقِ موت سے تر
ہوا اُکھڑی ہوئی سانسوں کا نمایاں یہ اثر
ہم کلامی کی تمنا میں کیا رن سے سفر
ہو گئے چپ کہ نہ تھا دم کا بھروسا باقی
اب خدا جانے رہا قلب میں کیا کیا باقی

(۱۶۹)

حال یہ بھائی کا بالیں پہ جو شہؑ نے دیکھا
منہ پہ منہ رکھ کے یہ کہنے لگے سلطانِ ہدیٰؑ
لے گئی مجھ سے چھڑا کر تمہیں غربت میں قضا
بھائی کو نرغۂ کفّار میں تنہا چھوڑا
دل پہ کیا گذری، خبر نزع کی دیتے نہ گئے
اپنے ہمراہ جناں میں ہمیں لیتے نہ گئے

(۱۷۰)

خیر کچھ دیر کا قسمتِ میں لکھا ہے عرصہ
بعد اکبرؑ کے پہنچ جاؤں گا کٹوا کے گلا
منتظر خلد میں کوثر کے کنارے رہنا
میرے بھی تشنہ دہانی سے نہیں ہوش بجا
رہیں ساماں یہ محمدؐ کے نواسے کے لئے
جام بھر رکھنا کئی روز کے پیاسے کے لئے

(۱۷۱)

دینا ہے خیمہ میں رانڈوں کو ترائی کی خبر
اب یہاں میرا ٹھہرنا نہیں اچھا دم بھر
چلے ڈیوڑھی کی طرف لے کے علم جب اکبرؑ
شاہؑ اُٹھ بیٹھے خدا حافظ و ناصر کہہ کر
زور کیا خاک مقدر کی برائی سے چلے
آپ روتے ہوئے بھائی کو ترائی سے چلے

(۱۷۲)

ڈیوڑھی تک آئے تو یہ دی علی اکبرؑ نے صدا
جا کے رو آئے ترائی میں چچا کو بابا
دوڑ کر حضرتِ فضہؑ نے اُٹھایا پردہ
آیا ڈوبا ہوا خوں میں علمِ شیرِؑ خدا
غم سے کلثومؑ بھی منہ آنسوؤں سے دھونے لگیں
لے کے زینبؑ علی اکبرؑ سے علم رونے لگیں

(۱۷۳)

اس الم سے ہوا پہلو میں ہر اک دل مضطر
لے کے حلقہ میں علم کھول دیا رانڈوں نے سر
مشک پر بالی سکینہؑ نے کہا منہ رکھ کر
اے چچا! چھوڑ کے غربت میں گئے آپ کدھر
کچھ نہ کی فکر مری تشنہ دہانی کے لئے
میں تڑپتی ہوں اُسی طرح سے پانی کے لئے

(۱۷۴)

ہے بڑی دیر سے حیراں مرا قلبِ مضطر
اتنا کہہ جایئے لِلّٰہ مکاں میں آکر
کیفیت مَشک کی ظاہر نہیں ہوتی ہم پر
بدلے پانی کے کیا تھا اسے کیا خون سے تر
وقفِ شمشیرِ عدو اپنا گلو کردیا کیا
میری تقدیر نے پانی کو لہو کردیا کیا

(۱۷۵)
کہہ کے یہ روئی جو لختِ جگرِ شاہِ زماںؑ
دل کو رانڈوں کے تپاں کر گیا بچپن کا بیاں
خیمۂ شہؑ میں ہوا اور بھی اک حشر عیاں
کون سن سکتا تھا کلثومؑ کی زینبؑ کی فغاں
تھی یہ فریاد کہ شکل اپنی دکھاؤ بھائی
رن سے بہنوں کی خبر لینے کو آؤ بھائی

(۱۷۶)
تھی انہیں نالوں میں ملتی ہوئی اکبرؑ کی صدا
ساتھ بہنوں کے شہؑ دیں بھی تھے مشغولِ بُکا
جوشش گریہ میں زینبؑ کو خیال اس کا ہوا
ہوگا عباسؑ کی زوجہ کو نہایت صدمہ
غم میں وارث کے کبھی جان کو کھوئیں گی نہ یہ
بھائی کے سامنے دل تھام کے روئیں گی نہ یہ

(۱۷۷)
دفعتاً شہؑ کو خیال آیا یہ ہنگامِ بکا
نہ کہیں زوجۂ عباسؑ کریں مجھ سے حیا
لے کے اکبرؑ کو چلے خیمہ کے باہر مولاؑ
جاتے جاتے یہ مگر حضرتِ زینبؑ سے کہا
دیکھوں ملتی ہے جگہ بھی کہیں تربت کی مجھے
اب بڑھا دینا کہ حاجت نہیں رایت کی مجھے

(۱۷۸)
خیمۂ شہؑ میں جو اِس غم سے بپا تھا محشر
غم کا تھا زوجۂ عباسؑ کے دل پر جو اثر
صبر اب کر نہ سکا سینے میں قلبِ مضطر
چوم کر چوبِ نشاں بولیں یہ بادیدۂ تر
رشتۂ قلب کو بے وارثوں کے توڑ آیا
اپنے حامل کو ترائی میں کہاں چھوڑ آیا

(۱۷۹)
پھر یہ کہنے لگیں دریا کی طرف کر کے نظر
مجھ کو برباد کیا اے شہؑ مرداں کے پسر
گھر میں آیا ہے علم لے کے ترائی کی خبر
خون کس کا یہ پھریرے پہ پڑا ہے اُڑ کر
لے گئے تھے یہ علم دہر سے جانے کے لئے
اب نہ کیا آؤ گے رایت کے اُٹھانے کے لئے

(۱۸۰)
دیر سے مچلے ہوئے کرتے ہیں بچّے یہ بیاں
کیوں نہ ہمراہِ علم آیا علیؑ کا دل و جاں
کیا ہوا قوتِ بازوئے شہنشاہِ زماں
دیجئے حکم تو ہم ڈھونڈھنے جائیں امّاں
چین ایک لحظہ نہ آئے گا جدائی میں ہمیں
باپ مل جائیں گے دریا کی ترائی میں ہمیں

(۱۸۱)
کہو کس طرح انہیں بھیجوں سوئے دشتِ بلا
دشمنِ آلِ محمدؐ ہے سپاہِ اعدا
قتل ہوجائے نہ ہر اک مری گودی کا پلا
گر نہ دوں اذن تو ہوتا ہے دلوں کو صدمہ
ایسی حالت ہے تو گودی میں اٹھالوں کیوں کر
میں تڑپتے ہوئے بچوں کو سنبھالوں کیونکر

(۱۸۲)
جوش اس طرح سے کھاتا ہے محبت سے لہو
مَلتی ہے خاک کو رخساروں پہ یہ آئینہ رو
ننّھے ننّھے سے پریشاں ہیں رخوں پر گیسو
ڈبڈبائی ہوئی ہر آنکھ ہے پوچھو آنسو
آپ کیا جانیں اثر قلب پہ کیا ہوتا ہے
رونا بن باپ کے بچوں کا برا ہوتا ہے

(۱۸۳)

اب تو کچھ فکر مری ہے نہ یتیموں کی خبر
دل مرے بس میں نہیں اے شہِؑ مرداں کے پسر
آپ کے ہجر میں کھولے ہوئے ہوں دیر سے سر
اک ذرا کیجئے تو میرے رنڈاپے پہ نظر
خلق میں چھوڑ گئے ٹھوکریں کھانے کے لئے
بیبیاں آتی ہیں رنڈسالہ پنہانے کے لئے

(۱۸۴)

ہجرِ شوہر کا نہ اُٹھا دلِ زوجہ سے الم
اتنا سر پیٹا کہ بے ہوش ہوئیں زیرِ علم
حال یہ دیکھ کے بیتاب ہوئے اہلِ حرم
خیمہ میں ہونے لگا بازوئے شہؑ کا ماتم
تا بہ لب ذکرِ جری قلب سے لاکر روئیں
بیبیاںؑ خوں بھرے رایت کو بڑھا کر روئیں

(۱۸۵)

ذاخرؔ اب حالِ مصیبت نہیں کہنا اچھا
خدمتِ شہؑ میں کرو عرض کہ ہے وقتِ دعا
ہیں دلِ صاف و دلِ کینہ سے ماہر مولاؑ
میرے نزدیک تو کچھ اس میں نہیں میری خطا
پھیریئے گا نہ کبھی راہِ ہدایت سے مجھے
حفظ میں رکھیے گا عالم کی عداوت سے مجھے

لِلّٰہ الحمد کتابت این مرثیہ از خط ناقص ذاخرؔ تمام شد

بتاریخ ششم رجب المرجب ۱۳۲۹ھ روز سہ شنبہ ساعت یازدہ از روز۔ ❋

افکار و اسرار

شاعرِ اہلبیت علامہ نجمؔ آفندی صاحب

دامن بھی ہے مجلس میں بھگونے کے لئے
آہیں بھی ہیں اشکوں میں سمونے کے لیے
یہ واقعۂ عظیم اے اہلِ عزا
کیا حسن طلب ہے صرف رونے کے لیے

❋

آنکھوں میں تری ، زبان پر صلّی علیٰ
جذبہ کوئی ان حدوں سے آگے نہ چلا
اللہ وہی قوم ہے سب سے پیچھے
جس قوم میں ہو معرکۂ کرب وبلا

(بقیہ صفحہ نمبر ۳۲ کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

یاقوت (م ۶۲۶ھ) نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ ترکیوں میں شادی کا دستور یہ تھا کہ باکرہ لڑکیاں سر برہنہ کسی مقام پر کھڑی کی جاتی تھیں۔ جو شخص جس سے شادی کرنا چاہتا تھا اس کے سر پر ایک کپڑا ڈال دیتا تھا اس کے بعد عورت فوراً ہی اس کی بیوی ہو جاتی تھی اور کوئی طاقت اس کی خواہش کو رد نہیں کر سکتی تھی۔ (جاری۔۔)

التماس ترحیم

مومنین کرام سے گزارش ہے کہ ایک بار سورۂ حمد اور تین بار سورۂ توحید کی تلاوت فرما کر جملہ مومنین مرحومین خصوصاً مرزا محمد اکبر ابن مرزا محمد شفیع و حسن جہاں بنت باقر علی خاں کے ارواح کو ایصال فرمائیں۔

محمد عالم

نکّر پرنٹنگ اینڈ بائنڈنگ سینٹر حسین آباد، لکھنؤ

Mohd. Alim
Proprietor
Nukkar Printing & Binding Centre
26-Shareef Manzil, J. M. Road,
Husainabad, Lucknow-3
0522-2253371, 09839713371
e-mail: nukkar.printers@gmail.com